رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی بجائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی ۔ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ بر تدریج مشتمل ست

بر مقاصد مبادی ۔ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مندرج بتدریج مشہور

مسمی بہ

الہادی

جلد | بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و تذکرۃ ست رہبر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ۔ بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفادات

انور گاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ۔ با دارۂ محمد عثمان عامی و رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی یزندگانور برصدور میگردد

لہ ہٰذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث انص بینسنا بکتاب الله وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۲ہ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعائے حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۳ – ۶
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ	۷ – ۱۴
۳	المنتخب من الخطب	مضامین مختلفہ	” ” ” ”	۱۵ – ۲۶
۴	کلید مثنوی	تصوف	” ” ” ”	۲۷ – ۳۰
۵	التشرف حصہ دوم	”	” ” ” ”	۳۱ – ۳۴
۶	امثال عبرت	مضامین مختلفہ	” ” ” ”	۳۵ – ۳۸
۷	حل الاشتباہات	کلام	” ” ” ”	۳۹ – ۴۲
۸	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب سلمہ	۴۳ – ۴۶

اور بزار و طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا معصیت کے ترک کو پسند فرماتے ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط و کبیر میں عبداللہ بن یزید بن آدم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالدرداء و واثلہ بن اسقع و ابوامامہ و انس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں کے قبول کرنے کو ایسا ہی پسند فرماتے ہیں جیسا بندہ اپنی مغفرت کو پسند کرتا ہے۔

(۱۰) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں اسکو بزار نے سند حسن سے اور طبرانی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے **ف** **عزیمت** اصلی حکم کو کہتے ہیں اور **رخصت** وہ حکم ہے جو عارض کیوجہ سے آسان صورت میں عطا کیا جاتا ہے۔ مثلاً مقیم پر بحالت اقامت ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت فرض ہیں اور رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے یہ حکم عزیمت ہے۔ اور مسافر بسفر شرعی کو نماز میں چار رکعات کے بجائے دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اور روزہ کے افطار کی اجازت ہے یہ رخصت ہے پھر کبھی تو رخصت پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے جیسا نماز میں مسافر کو ہر حالت میں دو رکعت پڑھنا واجب ہے اگر چار پڑھے گا گناہ ہوگا یا سفر میں روزہ رکھنے سے تکلیف و مشقت ہوتی ہو تو افطار واجب ہے روزہ گناہ ہوگا۔ جن احادیث میں سفر کے روزہ کو اچھا نہیں کہا گیا وہ ایسی حالت پر محمول ہیں جبکہ روزہ سے مشقت ہوتی ہو جیسا آیندہ روایات سے واضح ہو جائے گا۔ مگر نماز میں خواہ مشقت ہو یا نہو ہر حالت میں مسافر کو دو ہی رکعت پڑھنے کا حکم ہے واللہ اعلم

(۱۱) حضرت انس رضہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بعض لوگ ہمارے اندر روزہ دار تھے اور بعض روزہ سے نہتے ایک دن سخت گرمی میں ایک جگہ پڑاؤ کیا گیا تو سب سے زیادہ سایہ میں وہ شخص تھا

جنکے پاس کمبل تھا ورنہ بعض لوگ تو ہاتھ ہی کی آڑ کر کے دہوپ سے بچ رہے تہے اس لئے روزہ دار تو گر پڑے اور جن کا روزہ نہتھا وہ کہڑے ہو کر خیمہ نصب کرنے اور سواریوں کو پانی پلانے میں مشغول ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سارا ثواب ان لوگوں نے لوٹ لیا جن کا روزہ نہ تھا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(۱۴) ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ رمضان کی ۱۶ ار کو غزوہ (فتح مکہ کے لئے کوچ) کیا تو بعض لوگ روزہ دار تہے اور بعض نے افطار کر دیا تہا پہر نہ تو روزہ داروں نے افطار کرنیوالوں پر اعتراض کیا اور نہ افطار کرنیوالوں نے روزہ داروں پر اعتراض کیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ سب یہ سمجھتے تہے جس میں قوت ہو وہ اگر روزہ رکہے تو اچھا ہے اور جس میں ضعف ہو وہ اگر افطار کر دے تو یہ بہی اچھا ہے۔ اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (حافظ) منذری فرماتے ہیں کہ علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکہنا اچھا ہے یا افطار کرنا۔ حضرت انس بن مالک (صحابی رضی اللہ عنہ) کا قول تو یہ ہے کہ روزہ رکہنا افضل ہے اور حضرت عثمان بن ابی العاص سے بہی ایسا ہی منقول ہے اور ابراہیم نخعی وسعید بن جبیر وسفیان ثوری وابو ثور اور اصحاب الرائے (یعنی حنفیہ) بہی اسی طرف گئے ہیں اور مالک وفضیل بن عیاض اور شافعی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکہتا ہو اس کے لئے روزہ رکہنا ہمارے نزدیک اچھا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس وسعید بن المسیب اور شعبی اور اوزاعی واحمد بن حنبل واسحق بن راہویہ کا قول یہ ہے کہ مسافر کو (ہر حالت میں) افطار کرنا ہی افضل ہے اور عمر بن عبد العزیز وقتادہ ومجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ دونوں میں جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے حافظ ابو بکر بن المنذر نے بہی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہ قول عمدہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ف میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک مسافر کے لئے روزہ رکہنا مطلقاً افضل نہیں بلکہ اسوقت افضل ہے جبکہ روزہ سے اوسپر یا اوس کے رفقار سفر پر

۹۴

مشقت نہو ورنہ افطار ہی افضل ہے قال فی الدر ویندب للمسافر الصوم الآیۃ وان تصوموا خیر لکم ان یضرہ فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل الموافقتہ الجماعۃ اھ (ص۱۱۶ ج۲) اور اس کے بعد غالباً سب اقوال کا حاصل ایک ہی ہے محض لفظی اختلاف باقی رہ جاتا ہے ۱۲- مترجم

سحور کی ترغیب
خصوصاً
چھوارہ کے ساتھ

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے اسکو بخاری ومسلم و ترمذی ونسائی وابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ) ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں فرق سحری کھانے سے ہے (کیونکہ اہل کتاب سحری نہیں کھاتے) اسکو مسلم وابوداؤد و ترمذی ونسائی وابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت تین چیزوں میں ہے (۱) جماعت میں (۲) ثرید میں (۳) سحری کھانے میں اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر ایک راوی ابو عبداللہ بصری کا حال معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون ہیں

ف جماعت میں برکت ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جو کام مسلمانوں کی جماعت ملکر کرے اس میں برکت ہوگی اور ثرید سے مراد گوشت ہے جس میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر پکائے گئے ہوں۔

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کہانے والوں پر رحمت نازل فرماتے اور اُنکو دعا دیتے ہیں اسکو طبرانی نے اوسط میں اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

ف اس حدیث سے سحری کی برکت کی تفسیر معلوم ہوگئی کہ وہ برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سحری کہانے والے پر رحمت خاصہ نازل فرماتے اور فرشتے اسکو دعا دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جسپر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہو اور ملائکہ دعا دیں اُسکو دین و دنیا کی کیا کچھہ نعمتیں حاصل ہونگی اور سحری سے نماز روزہ میں جو کچھہ سہولت اور قوت حاصل ہوتی ہے وہ تو ظاہر ہے۔

(۵) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کہانے کو بلایا اور فرمایا کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ اسکو ابوداؤد و نسائی نے وابن حبان و ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے (حافظ) فرماتے ہیں کہ سبنے اس حدیث کو حارث بن زیاد کے واسطہ سے ابورہم سے حضرت عرباض سے روایت کیا ہے اور حارث سے بجز یونس بن سیف کے کسی نے روایت نہیں کی اور ابو عمر نمیری نے حارث کو مجہول بتلایا ہے اور کہا وہ ابورہم سے روایت کرتے ہیں اور اُنکی حدیث منکر ہے۔

ف میں کہتا ہوں کہ ابن خزیمہ و ابن حبان کا اپنی صحیح میں اس حدیث کو لانا اسکی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک حدیث صحیح ہے اور محدثین کا تصحیح میں اختلاف مضر نہیں پس حدیث حسن ہے۔

(۶) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجہہ سے) فرمایا آؤ برکت کا کہانا کھالو۔ یعنی سحری۔ اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کہا کر دن کو روزہ رکہنے کے لئے قوت حاصل کرو اور قیلولہ کر کے

97

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا دوسرا وعظ

مسمّٰی بہ

نیک کاموں کے درجے

منتخب از تفاضل الاعمال وعظ دوم حصّہ چہارم دعوات عبدیت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

خطبۂ ماثورہ اما بعد- اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ كَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۘ‏

(ترجمہ) کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد کی تعمیر کرنے کو اوس شخص کے کاموں کی برابر کرتے ہو جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اُس نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہو یہ دونوں جماعتیں اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں

اِس آیت میں ایک ضروری مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے آج میں اوسکو آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اس سے پہلے کبھی اوسکی طرف خیال بھی نہ گیا تھا اور شاید لوگوں کے خیال میں بھی یہ بات کم آئی ہوگی لیکن بات نہایت ضروری ہے اور قرآن میں صاف طور پر موجود ہے اور چونکہ مسئلہ کچھ بکھیڑے کا نہیں ہے اِس لئے اسوقت بیان بھی کچھ زیادہ نہ ہوگا- اور آج اِس کے بیان کرنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ اول تو خود مسئلہ ہی ضروری ہے پھر یہ کہ پہلے جمعے کو جو مضمون بیان کیا گیا تھا اِس سے ایک

شبہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس مسئلہ کے سمجھ میں آجانے کے بعد وہ شبہ جاتا رہے گا تو اس لحاظ سے اس مضمون کا پہلے مضمون کے ساتھ بھی جوڑ ہو جائے گا اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس مسئلہ کو بیان کر دوں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجانے کے بعد آیت کے ترجمے ہی سے معلوم ہو جائے کہ وہ مسئلہ اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ سنیئے یہ بات تو ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ جسقدر بھی نیک کام ہیں سب ایک درجے اور ایک مرتبہ کے نہیں بلکہ اون میں فرق ہے کسی کا مرتبہ زیادہ اور کسیکا مرتبہ کم ہے۔ مثال کے طور پر لیجیے جیسے نماز پڑھنا روزہ رکھنا مسجد بنوانا حج کرنا مظلوم کی مدد کرنا یہ سب نیک کام ہیں مگر سب کا مرتبہ برابر نہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو ثواب نماز پڑھنے میں ملتا ہے اوسیقدر مسجد بنوانے میں بھی ملتا ہے یا جو حج کا ثواب ہے ایک پیسہ خیرات کرنے میں بھی اوسکی برابر ہے۔ اسیطرح گناہ بھی سب برابر نہیں۔ چوری۔ ڈکیتی۔ زنا۔ شراب پینا کسیکو مار ڈالنا۔ بڑے گناہ ہیں لیکن ان کے اندر آپسمیں بھی فرق ہے اسیطرح بہت سے چھوٹے گناہ ہیں لیکن کوئی بہت ہلکا ہے کوئی اوس سے زائد ہے۔ نیک کاموں کے متعلق حدیث میں ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے زیادہ کامل تو لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے ادنے درجے کا کام یہ ہے کہ رستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دے جیسے رستہ میں کانٹے پڑے ہوں یا کوئی بڑی لکڑی پڑی ہو جیسے اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ سڑک پر ایسی چیزیں ڈالدیتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں جن سے رستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے بعض لوگ بہلی یا چھکڑے رستے میں کھڑے کر دیتے ہیں بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اندھا وہاں سے گذرتا ہے اور اس سے ٹکر کھا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی ایک کنارے پر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شرع نے ان باتوں کے متعلق کوئی قاعدہ قانون مقرر ہی نہیں کیا۔ صاحبو! ہر کام کے لئے شرع میں ایک حکم موجود ہے دیکھیے جب ایسی چیزوں کو رستہ سے ہٹا دینا ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا تو ان چیزوں کا رستہ میں ڈالنا یا چھوڑ دینا گناہ ہوگا یا نہیں سو اس حدیث میں

۴ نیک کام سب برابر نہیں اور گناہ بھی سب برابر نہیں

غور کرنے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ نیک کام سب ایک مرتبہ کے نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے
کہ صاف طور پر اس کا ذکر ہے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ ایمان سے زیادہ
کامل ہے شرم وحیا اس کم ہے تکلیف دینے والی چیزوں کو راستہ سے ہٹانا اوس سے
کم ہے بلکہ لوگوں کی حالت میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ بھی اپنے برتاؤ میں
نیک کاموں کے اندر فرق مان رہے ہیں دیکھئے اگر کسی کے پاس دس روپیہ ہوں اور
وہ اُن کو کسی نیک کام میں لگانا چاہتا ہے تو وہ اول یہ معلوم کرتا ہے کہ کس کام میں لگانا
بہتر ہے اور اگر خود معلوم نہیں ہوتا تو مولویوں سے دریافت کرتا ہے اور اون کے
بتلائے ہوئے کے موافق عمل کرتا ہے اگر وہ مدرسہ میں خرچ کرنے کو افضل بتاتے
ہیں تو مدرسہ میں خرچ کرتا ہے اور مسجد میں خرچ کو بہتر بتاتے ہیں تو مسجد میں دیتا ہے
پس اگر یہ نیک کاموں میں فرق نہیں سمجھتا تو اس کی چھان بین کیوں ہے سو ہر طرح
سے یہ فرق یقینی ہے دلیل سے بھی اور لوگوں کے برتاؤ سے بھی اتنی بات میں
تو کچھ شبہ نہیں کہ نیک کاموں میں فرق تو ضرور ہے اب رہی یہ بات کہ کونسا
کام کس کام سے افضل ہے اور افضل ہونے کی کیا پہچان ہے تو اس کے اندر اکثر نے غلطی
کی ہے عوام نے بھی اور علماء نے بھی اسلئے اوس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے
وہ غلطی یہ ہے کہ لوگ افضل کی پہچان اپنی رائے سے کرتے ہیں۔ یا اگر بعض لوگ کسی شرع
کی دلیل سے کرتے ہیں تو وہ لوگ اوس دلیل میں پوری طرح غور نہیں کرتے کہ اس سے
افضل ہونا ثابت ہوا یا نہیں تو عام لوگ جب نیک کاموں کے درجے مقرر کرتے
ہیں تو اکثر اس کا فیصلہ اپنی رائے سے کرتے ہیں اور اسکی جانچ کا قاعدہ اور طریقہ بھی
اپنی رائے سے مقرر کرلیا ہے کیونکہ جب ایک چیز کو کسی چیز پر فضیلت دی جائے
تو اوس کی جانچ کے لئے کوئی کسوٹی اور پہچان تو ہونی چاہیئے۔ ایک چاندی کو دوسری
چاندی پر یا ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے پر اگر فضیلت دیں تو اسکی کوئی کسوٹی
اور پہچان ضرور ہوگی۔ پس اسطرح عام لوگوں نے بھی نیک کاموں میں فضیلت دینے
کا ایک قاعدہ اور اوسکی پہچان مقرر کرلی ہے کہ جس کام کی صورت عبادت

۳

کی ہوتی ہے یا اوسکو ظاہر میں عبادت سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اوسکو افضل سمجھتے ہیں بیان اس کا یہ ہے کہ نیک کام دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ جس طرح واقع میں وہ عبادت ہیں صورت بھی اون کی عبادت کی ہے یا عبادت سے ظاہری تعلق رکھتے ہیں جیسے نماز پڑہنا کہ یہ صورت اور حقیقت دونوں کے لحاظ سے عبادت ہے یا مسجد تیار کرانا کہ اسکو عبادت یعنی نماز سے ظاہری تعلق ہے دوسرے وہ کام ہیں کہ واقع میں وہ عبادت ہیں لیکن اون کی ظاہری صورت عبادت نہیں معلوم ہوتی اور نہ اونکو کسی عبادت سے ظاہری تعلق ہے کہ ہر شخص کی نظر میں آجائے جیسے کسی طالب علم کی مدد کرنا کہانے یا کپڑے سے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ میں اس لئے کہ رہا ہوں کہ مجھے کسی طالب علم کا کہانا مقرر کرانا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ واقع میں ایک عبادت ہے لیکن) اس کا عبادت سے تعلق ہر ایک کی نظر میں نہیں آتا۔ کیونکہ طالب علم کا کھانا مقرر کرنا جو عبادت ہے تو اسلیئے کہ یہ دین کی خدمت ہے اور اس کا دین کی خدمت ہونا اوس وقت سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب طالبعلم پڑہنے سے فارغ ہو کر دین کی خدمت میں مشغول ہو تو یہ دونوں قسم کے کام عبادت ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مسجد بنوانے کا تعلق عبادت کے ساتھ ظاہر ہے کہ اوس میں لوگ نماز پڑہتے ہیں اور نماز ایسی ظاہر عبادت ہے کہ کسی کو اوس کے عبادت ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا ہر شخص جانتا ہے کہ نماز پڑہنا عبادت ہے تو جو چیزیں نماز سے ظاہری تعلق رکھتی ہیں اون کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں اسی لئے مسجد بنوانا اوس میں تیل بتی دینا بڑے ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے رہا طالب علم کا کہانا تو اوسکو ایسا نہیں سمجھتے کیونکہ اول تو عبادت کے ساتھ اس کا تعلق ظاہر نہیں پھر جس عبادت سے اس کا تعلق ہے وہ ایسی ظاہر عبادت نہیں کہ عام لوگ بھی فوراً سمجھ لیں اسلئے کہ طالبعلموں کی خدمت میں علم کی مدد ہے اور اوس کا عبادت ہونا اتنا ظاہر نہیں دیکہئے اگر کوئی شخص پڑہنا شروع کرتا ہے اور کوئی کتاب پڑہتا ہے تو کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیونکہ اس کا عبادت ہونا انجام کے اعتبار سے ہے جب دس بارہ برس تک

طالب علموں کی خدمت کو عام لوگ عبادت نہیں سمجھتے

اسی میں لگا رہے اور علم سے فراغت حاصل کرے تو وہ اس قابل ہوگا کہ دین کی خدمت کر سکے اور دین کی خدمت تمام عبادتوں سے افضل ہے یہی دین کی خدمت ہے جسکی بدولت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضؓ فاروق کو تمام صحابہ سے افضل کہا جاتا ہے ورنہ نماز روزہ کے اندر آپ کا دوسرے صحابہ سے زائد ہونا کسی کتاب سے ثابت نہیں مگر پھر بھی تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں حضرات تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ حدیثوں میں بھی اس کا صاف طور پر ذکر ہے اور بزرگوں کو بھی کشف[1] و کرامت سے یہی معلوم ہوا ہے حدیثیں تو سب کے سامنے موجود ہیں ہاں بزرگوں کو جو کشف ہوئے ہیں ان میں سے میں ایک آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کا حکم فرمایا اور یہ تینوں باتیں میری مرضی کے خلاف ہیں مگر حضورؐ کے حکم کے سامنے میں نے اپنی مرضی کو چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ میرا خیال کچھ اس طرف تھا کہ حضرت علی رضؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمر رضؓ کو افضل سمجھو دوسرے یہ کہ میں چاہتا تھا کہ کسی امام کا مقلد نہ ہوں حضورؐ کا حکم ہوا کہ چاروں اماموں کے مذہب سے باہر نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تمام تدبیر اور اسباب کو چھوڑ دینا پسند کرتا تھا۔ حضورؐ نے اس سے روک کر تدبیر اور اسباب کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ ان تینوں حکموں میں بہت سے راز ہیں لیکن یہ وقت ان کے بیان کرنے کا نہیں اس لئے اسکو یہیں چھوڑا جاتا ہے مقصود یہ ہے کہ کشف میں بھی حضورؐ کا یہی حکم معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو حضرت علی رضؓ سے افضل سمجھو خلاصہ یہ کہ حدیث سے کشف سے ہر طرح ان دونوں حضرات کی فضیلت[2] ثابت ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ سے اسلام کی خدمت بہت زیادہ ہوئی غرض یہ کہ دین کی خدمت ایسی چیز ہے

۵

[1] کشف یہ ہے کہ پوشیدہ بات خدا تعالیٰ کسی کے دل پر کھول دیں ۱۲

[2] اگر اس کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو ازالۃ الخفا دیکھو ۱۲

کہ تمام عبادتوں میں افضل مگر پہر بہی اوسکی صورت عبادت کی نہیں اِس لئے لوگوں کی
سمجہہ میں نہیں آتی پہر طالب علم کو کہانا کہلانے کا تعلق بہی دین کی خدمت کے ساتہ
ظاہر نہیں کیونکہ وہ اسوقت تو دین کی خدمت کر نہیں رہا بلکہ فراغت کے بعد کریگا
لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں کس قدر ثواب ہے۔ اگر آپ نے ایک
طالب علم کو کہانا کہلایا اور اس سے پڑہنے کی قوت اوسکو حاصل ہوئی اور اس قوت
سے اوس نے کام لیکر ایک سبق یاد کیا اور اسیطرح برابر سات آٹہہ برس تک یہ کرتا
رہا اور اس مدت میں فراغت حاصل کرکے اس قابل ہوگیا کہ دین کی خدمت کرے
اور اوس نے دین کی خدمت شروع کردی۔ پس یہ خدمت دین کی اسی مدد اور کہانے
کی بدولت ہے۔ جو آٹہہ برس تک اوسکو پہونچتا رہا اور اس خدمت کا ثواب اُن سب
لوگوں کو ملے گا جو اوسکی مدد میں شریک رہے لیکن عام لوگ اسکو نہیں سمجہتے اور
اسیلئے اُن کے پاس جب کچہہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے اور ان کو خدا کی راہ میں دینے
کا کچہہ خیال پیدا ہوتا ہے تو مسجد بنواتے ہیں اکثر ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس
روپیہ بے شمار ہے اور اولاد ایک بہی نہیں یا اولاد بہی ہے لیکن روپیہ ضرورت
سے زیادہ ہے تو اول تدبیر اُن کی سمجہہ میں یہی آتی ہے کہ اپنے گہر کی مسجد بناویں
آخر مسجد بنواکر اپنی زندگی بہر اس کے حجرے میں رہتے ہیں اور چہوڑ کر مرجاتے ہیں
ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اِس نئی مسجد میں جو نمازی آئیں گے وہ دوسری
پُرانی مسجد کے جانے والے اور وہاں کی جماعت کے پابند ہوں گے اور جب پُرانی
مسجد کے لوگ یہاں آنے لگیں گے تو اس مسجد کی جماعت میں کمی ہوجائے گی ہمنے
اسی قصبے میں دیکہا ہے کہ چار پانچ مسجدیں بالکل ہی قریب قریب بنی ہیں ایسی
کہ اگر ایک وقت میں سب جگہہ نماز شروع ہو تو ایک مسجد کا امام دوسری مسجد کے
امام کی قرأت پوری طرح سُن سکتا ہے بلکہ عجب نہیں کہ سب کی آوازیں ایک
ساتہ آنے کی وجہ سے کسی کو بہول بہی ہوجاوے اس میں بعضے لوگوں کی نیت
تو اپنا نام کرنے کی ہوتی ہے ایسے لوگ تو کسی گنتی میں نہیں لیکن بعض ایسے بہی

طالب علموں کو کہانا کہلانے میں کسقدر ثواب ہے۔

بلا ضرورت مسجد بنوانے کی خرابیاں۔

ہوتے ہیں کہ اونکو دکھلاوہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ وہ مخلص؎ ہوتے ہیں اگرچہ ثواب میں مفلس ہی ہوتے ہیں۔ **لطیفہ**- عام لوگ ہمارے قصبات میں مفلس کو مخلص کہتے ہیں- ایک مرتبہ میرے پاس ایک دیہاتی دوست آئے میں نے کسی بات پر کہا کہ تم تو بہت مخلص ہو کہنے لگے نہیں تمہاری دعا سے میرے پاس سب کچھ ہے میں مخلص نہیں (یعنی مفلس نہیں)

غرض ایسے لوگوں کو نیت خالص ہونے پر بھی کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ اُلٹا گناہ ہوتا ہے تو عام لوگوں کو ایک تو مسجد بنوانے کا بہت شوق ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اوسکی صورت عبادت کی ہے اور اسی وجہ سے قرآن کو پڑھنے کے لئے دے دینا بہت ثواب کی بات سمجھتے ہیں **مسئلہ** مسائل کی کتاب دینے میں اتنا ثواب نہیں سمجھتے چاہے لینے والا قرآن کو پڑھے ہی نہیں کیونکہ قرآن اسقدر چھپ گئے ہیں کہ ہر شخص کے پاس کئی کئی موجود ہوتے ہیں تو جسکو قرآن دیا جاتا ہے وہ اوسکو پڑھتا ہی نہیں اسی طرح جب کوئی مرتا ہے تو اوس کے مال میں سے قرآن دیا جاتا ہے چاہے وہ اتنا غلط ہو کہ کوئی پڑھ بھی نہ سکے ایک مرتبہ ایک شخص بہت سے قرآن مسجد میں لایا کہ میں انکو پڑھنے کے لئے دینا چاہتا ہوں دیکھا تو سب غلط تھے آخر میں نے انکو دفن کرایا تو ایسے قرآن دینے سے کیا فائدہ- پس افضل ہونے کا ایک قاعدہ اور پہچان تو عام لوگوں کے ذہن میں یہ ہے- اور دوسری پہچان یہ ہے کہ جس کام کا نفع فوراً ظاہر ہو اوسمیں زیادہ ثواب سمجھتے ہیں اور جس کا نفع دیر میں ظاہر ہو اوس میں اتنا ثواب نہیں سمجھتے اسی وجہ سے پانی پلانے کا ثواب زیادہ سمجھا جاتا ہے دیکھئے اگر کسی شخص کا ارادہ کنواں بنوانے کا ہو اور اوس سے کہا جائے کہ مسجد کا ایک حجرہ ٹوٹا ہوا پڑا ہے اسکو بنوادو تو وہ کنوئیں کو فضیلت دے گا- تیسری پہچان عام لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ جس چیز کا نفع عام ہو اور اوس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہونچے اوس میں زیادہ ثواب ہوتا ہے- جیسے کنواں بنوانا یہ نمونہ کے طور پر عام لوگوں کے مقرر کئے ہوئے قاعدے اور پہچانیں تھیں جو ان کے حالات میں غور کرنے سے سمجھ میں آئیں کہ نفع جلدی

؎ مخلص وہ ہے جسکی نیت خالص ہو دکھلاوہ کی نہو ۱۲-

ظاہر ہو اور نفع عام ہو اور جس کام کی صورت عبادت کی ہو پھر اسی پر بس نہیں کہ کاموں ہی کے جانچنے میں ان سے کام لیں بلکہ بزرگوں میں بھی جب ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں تو انہی تینوں قاعدوں سے انکو جانچتے ہیں اگر ایک شخص تمام رات جاگتا ہے کسی سے بات بھی بہت کم کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص ہے جو کہ فرض واجب سنت سب ادا کرتا ہے رات کو گھنٹہ دو گھنٹہ جاگ لیتا ہے دماغ کی حفاظت کی تدبیر بھی کرتا ہے لوگوں کو وعظ و نصیحت بھی کرتا ہے مخلوق کا دل رکھنے کے لئے لوگوں سے ملتا بھی ہے بچوں سے ہنس بھی لیتا ہے تو عام لوگ اس کے مقابلہ میں پہلے شخص کو زیادہ کامل سمجھیں گے چنانچہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا عابد ہے اور دوسرے شخص کو دیکھتے ہیں کہ زیادہ عبادت نہیں کرتا اس لئے اوسکو زیادہ کامل نہیں سمجھتے حالانکہ زیادہ عابد یہی شخص ہے کیونکہ عبادت کہتے ہیں بندہ ہونے کو اور بندگی نام ہے حکم بجا لانے کا جس وقت بھی جو حکم ہو پس لوگوں سے ملنا جلنا بھی دینی غرض سے عبادت میں داخل ہے۔

کامل کی پہچان میں عام لوگوں کی غلطی

عبادت کی حقیقت

عبادت کی حقیقت حضرت حاجی صاحب نے بڑی عجیب بیان فرمائی ہے وہ آپ کو سناتا ہوں فرمایا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ یعنی ہم نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے انسان اور جن کو خاص فرمایا حالانکہ فرشتے اور جتنے جانور اور بے جان ہیں سب کے سب عبادت میں مشغول ہیں جیسا کہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ رات دن اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تھکتے نہیں بے زبان چیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے ولیکن تم اوسکو نہیں سمجھتے جب ہر چیز عبادت میں مشغول ہے پھر انسان اور جن کی کیا خصوصیت ہے جو یہ فرمایا کہ ان دونوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک تو نوکر ہوتا ہے ایک غلام ہوتا ہے نوکر کے کام ہمیشہ مقرر ہوتے ہیں اگرچہ کتنے ہی کام نوکر سے لئے جائیں لیکن کوئی کام ایسا ضرور ہوتا ہے کہ جس میں نوکر عذر کر سکتا اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس کام کے لئے نہیں رکھیے اگر کوئی شخص اپنے نوکر سے کہنے لگے کہ تو مہتر کا

(باقی آئندہ)

ہوجاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے۔ جیسے سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے۔ مگر رٹتے رٹتے یاد ہوجاتا ہے۔ اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھکر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں اور اگر برداشت کرلی تو چند روز کے بعد دیکھے گا کہ سہولت کے ساتھ وہ عمل ہونے لگیگا۔ ع چند روزے جہد کن باقی بخند۔ جب حضرت یہ بیان فرمارہے تھے کہ اخلاص وہمت خلاصۂ تصوف ہیں تو ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ کیا اخلاص بھی اختیاری ہے۔ فرمایا کہ جب مامور بہ ہے تو ضرور اختیاری ہے۔ کیونکہ غیر اختیاری امور کا شریعت نے مکلف ہی نہیں فرمایا۔ اور اختیاری کیوں نہ ہوتا۔ کیا گھی کا خالص رکھنا اختیار میں نہیں۔ انہیں چربی نہ ملائے۔ تیل نہ ملائے۔ بس وہ گھی بقول عوام (ظرافت کے لہجے میں) نخالص ہے یعنی خالص ہے۔ اور عبادت کے خالص رکھنے ہی کو اخلاص کہتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی دعا وبرکت کو بھی تو بہت بڑا دخل ہے اصلاح میں فرمایا کہ برکت کا انکار نہیں۔ مگر اُس کا درجہ بھی تو متعین کرنا چاہیئے۔ اس کا مرتبہ صرف ایسا ہے جیسا عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں۔ کہ اس سے اعانت ضرور ہوتی ہے مسہل میں مگر کیا محض عرق سونف بغیر مسہل کے کارآمد ہوسکتا ہے۔ اور مسہل کا کام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ عرض کیا گیا کہ اس کا تو مشاہدہ ہے کہ شیخ کی دعا و توجہ کی برکت سے بہت کچھ تغیر اپنی حالت میں محسوس ہونے لگتا ہے۔ فرمایا کہ مسہل میں ادھر عرق سونف پیا اُدھر دھڑا دھڑ دست ہونے شروع ہوگئے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اکیلا عرق سونف کافی ہوگیا ہے۔ حضرت نری دعا وبرکت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خود اپنے اختیار کو کام میں نہ لائے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر نہ کوئی صاحبِ برکت ہوسکتا ہے نہ مقبول الدعوات۔ حضرت کے چچا ابوطالب کیسے جاں نثار اور عاشق زار تھے۔ حضور نے دعا بھی دل وجان سے کی کہ وہ راہ پر آجائیں۔ اصرار بھی فرمایا۔ مگر چونکہ خود اُنھوں نے نہ چاہا مقصود حاصل نہ ہوا۔ بالکل طبیب اور مریض کی سی مثال ہے اگر مریض دوا نہ پیئے تو کیا محض طبیب کی شفقت اور توجہ سے مریض اچھا ہوجائیگا صحت تو اُسکے نسخہ ہی سے ہوگی۔ اِسی طرح اگر بچہ سبق یاد نہ کرے تو سبق کیسے یاد ہوجائیگا محض اُستاد کی توجہ سے تو سبق یاد نہیں ہوسکتا۔ وہ تو یاد کرنے ہی سے یاد ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی برکت سے توفیق ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ تو میں کہہ ہی چکا

۴۵

ہوں کہ برکت بعین ضرور ہے مگر کافی نہیں۔ اس کا دخل دخل اعانت ہو۔ دخل کفایت نہیں یہانتک کہ محض شیخ کی برکت تو ہرگز کافی نہیں ہوسکتی مگر یہ ہوسکتا ہے کہ محض ہمت اور استعمال اختیار کافی ہوجائے۔ میں تو ان باتوں کو علی الاعلان کہتا ہوں۔ خواہ مخواہ میں اپنے متعلقین کو اپنا مقید بنانا نہیں چاہتا۔ اگر کوئی شخص اپنی اصلاح خود کرسکے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ ہمارا بوجھ ہلکا ہوا۔ عرض کیا گیا کہ یہ تقریر کہیں اس کے تو خلاف نہ ہوجائیگی۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق　　　عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

فرمایا کہ خلاف کیوں ہوتی یہ تو اور ہماری مؤید ہے۔ آگاہِ عشق فرمایا ہے۔ یعنی بلا شیخ کے آگاہ نہ ہوگا۔ علم کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ سو اس سے ہمیں کب انکار ہے۔ شیخ راہ بتائیگا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ گھسیٹ کرلے چلیگا۔ اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے۔ گود میں تو اٹھا کر نہیں لیجاتا۔ راستہ تو قطع خود اس کے چلنے ہی سے ہوگا۔ راستہ بتانا تو بے شک شیخ کا کام ہے۔ لیکن اس کا قطع کرنا تو سب ہی کے ذمہ ہے۔ جامع عرض کرتا ہے۔ کہ اس جگہ حضرت کا ایک پرانا ملفوظ یاد آگیا۔ ایک صاحب کو بہت مفصل طور پر راہ سلوک کی حقیقت بیان فرماکر فرمایا کہ الحمدللہ میں تو طالب کو ایک جلسہ میں خدا تک پہونچا دیتا ہوں۔ کیونکہ مقصود کی حقیقت بتلا دینا گویا مقصود ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اگر کوئی راستہ بتادے اور کہدے کہ دیکھو وہ چراغ جل رہا ہے تو یہ اسکو گویا چراغ ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اب صرف راستہ ہی چلنا باقی رہ جاتا ہے سو یہ طالب کے اختیار میں ہے۔ قدم اٹھاتا چلا جائے مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اختیار کے متعلق استفسار پر فرمایا کہ اختیار تو بدیہیات بلکہ محسوسات میں سے ہے۔ اور بدیہیات و محسوس کے لئے دلائل کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔ اختیار کا ہونا تو اتنا ظاہر ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا ادراک ہے۔ دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی سے مارا جائے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ کہ لکڑی پر۔ اسکو بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے کون مجبور ہے۔ ہر شخص اپنے وجدان کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو اسکو خجالت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو پھر خجالت کیوں ہوتی۔ خجالت تو اپنے اختیاری فعل ہی پر ہوسکتی ہے۔ لہذا یہ یقینی ہے کہ انسان مختار ہے۔ اور یہ مسئلہ

۴۷

اختیار اسقدر ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے حتے کہ جو جبری ہیں وہ بھی محض قولاً جبری ہیں۔ وجداناً وہ بھی اختیار کے قائل ہیں کسیکو اس سے مجالِ انکار نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس مسئلہ کی کُنہ اور حقیقت کسیکو معلوم نہیں نہ معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر کسی شئی کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ضیاء اور روشنی کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اسکا وجود بالکل واضح اور شاہد ہے کیا اس کے وجود کا کوئی انکار کرسکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

زاریِ ما شد دلیلِ اضطرار خجلتِ ما شد دلیلِ اختیار۔

اگر اضطرار نہیں تو یہ زاری کیوں ہے اور اگر اختیار نہیں تو اپنے کئے پر یہ شرمساری کیوں ہے۔ غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے اختیار خالص نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ بہر حال انسان میں صفت اختیار کا ہونا قطعی ہے۔ جب یہ ہے تو اپنی اصلاح کرنے میں بھی اس صفت اختیار کا استعمال کرنا چاہیئے۔ جب تک یہ نہ کریگا اصلاح ممکن ہی نہ ہوگی۔ مثلاً کسی میں بخل ہو۔ تو کیا ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ اور برکت سے یہ رذیلہ زائل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں یہ رذیلہ تو نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا۔ البتہ ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہوجائیں گے۔ مگر کافی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز جابجا اپنے مکتوبات میں بھی فرماتے ہیں ؎

کارکن کار بگذر از گفتار کاندرین راہ کار باید کار۔

کام ہی کرنے سے کام چلتا ہے۔ نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ عرض کیا گیا۔ کہ بعض بزرگوں کی توجہ سے تو بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے فرمایا کہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے۔ اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لئے لازم۔ بہت سے بزرگوں میں تصرف بالکل بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر تصرف کے اثر کو اکثر بقا بھی نہیں ہوتی۔ کچھ دن بعد پھر ویسے کے ویسے ہی بخلاف اس اثر کے جو کہ ہمت اور اعمال کے

واسطہ سے ہوتا ہے۔ وہ باقی رہتا ہے۔ توجہ کے اثر کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص تنور کے
پاس بیٹھ گیا۔ تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر
ٹھنڈے کا ٹھنڈا۔ اور اعمال کے ذریعہ سے جو اثر ہوتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے کشتہ طلا
کھا کر اپنے اندر حرارت غریزیہ پیدا کرلی۔ تو وہ اگر شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائیگا۔ تب بھی وہ حرارت
بدستور باقی رہے گی اور اصل نفع وہی ہے جو باقی رہے۔ غرض بزرگی دعا و توجہ پر بیٹھے رہنا اور خود
اپنی اصلاح نہ کرنا محض خیال خام ہے۔ پھر ان شبہات کے پیش کرنے پر مزاحاً فرمایا کہ میں تو گویا یہ
طب اکبر لوگوں کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ مگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کے ورقوں پر کاغذ
چپکا چپکا کر اس کے مضامین کو چھپائے رکھیں۔ عرض کیا گیا کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں
سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیونکر اختیار میں ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ تعجب ہے۔ کہ آپ کے
ابھی تک یہ شبہات ہیں یہ تو فرمائیے کہ مادہ جبلی ہوتا ہے یا فعل بھی جبلی ہوتا ہے۔ یہ تو مانا
کہ مادہ اختیار میں نہیں ہے مگر فعل تو اختیار میں ہے وہ تو جبلی نہیں۔ مادہ بیشک زائل
نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ تو اختیار میں ہے۔ اور اسی کا انسان مکلف
ہے۔ اور بار بار اس مقتضا کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔ پھر
فرمایا کہ یہ بڑے کام کی باتیں ہیں اور در اصل تعلیم کے لائق یہی باتیں ہیں۔ مگر میں دیکھتا
ہوں کہ آجکل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے ہاں نہ مشائخ کے یہاں تصوف
کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے مدت سے اس کی حقیقت مستور چلی آتی تھی
مگر الحمدللہ اسوقت ایسا وضوح ہو گیا ہے کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی
نہیں رہا۔ مجھے تو بحمدللہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ یا خلجان نہیں ہوتا۔ نہ طالب
کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں خواہ
کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وضوح
کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے منتفع ہونا چاہئے
جامع عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت نے طریق اصلاح کا خلاصہ ایک طالب کو
جنھوں نے اپنے اندر صدہا عیوب کا ہونا بیان کیا تھا اور اپنی اصلاح سے مایوسی

۴۸

ظاہر کی تھی۔ صرف استحضار اور ہمت تجویز کیا تھا اور اس سے اُن کو بہت نفع ہوا تھا۔ اس تجویز کا اور اس تقریر کا حاصل ایک ہی ہے دونوں ایک ہی معنوں کے عنوان ہیں۔ اخلاص اور ہمت میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی۔ اور ہمت کا معین استحضار ہے۔ اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کردے اسپر عمل کرے مثلاً ہر کوتاہی پر دس یا کم وبیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا۔ تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آئے۔ جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہوجائے۔ اور جب استحضار ہوجائے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے اگر استحضار اور ہمت کا اہتمام رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا۔ اور رفتہ رفتہ پوری اصلاح ہوجائے گی۔ طالب مذکور کے لئے علاوہ جرمانہ مذکورہ کے میں نے ہر روز مطالعہ نزہتہ البساتین بھی تجویز کیا تھا جسمیں ایک ہزار حکایات اولیاء اللہ کی درج ہیں اُن سے بھی علاوہ برکت کے بہت کچھ قوت استحضار اور ہمت کو پہنچتی ہے۔ نیز جامع عرض کرتا ہے کہ احقر نے حضرت کی اس تجویز استحضار و ہمت کو بوجہ غایت نافع ہونے کے ایک شعر میں محفوظ کرلیا تھا۔ وھو ھذا ؎

جو گر حضرت نے فرمایا ہی استحضار و ہمت کا ۔ سراسر نسخۂ اکسیر ہی اصلاح امت کا

بس اب اتمام حجت ہوچکا۔ وما علینا الا البلاغ ؏

ضمیمۃ السلسبیل ملقب بہ الیسر فی السم

جو ملفوظ بالا کا ہی خلاصہ ہے۔ اور یہ ایک خط کا جواب ہے جس میں ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا گیا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا طاعت اور معصیت دونوں امر اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں ہاں طریقہ

عہ تتمۃ الضمیمہ ملقب بہ الیسر فی السم در ماہیت اصلاح (جو ایک صاحب کو بطور خط لکھا گیا تھا) خیر اختیاری کے درپے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا اس میں جو کوتاہی ہوجاوے اس پر استغفار اور اس کا تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔ الیسر فی السم ۱۲

سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنے مقاومت) نفس اسکو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھدیا۔

(نوٹ) آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص دوسری بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

کتبہ اشرف علی۔

تمہید رفع الضیق عن اہل الطریق

بعد حمد و صلوۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عرض رساہے کہ منجملہ موانع طریق سلوک کے دو امر خاص ہیں جو اسقدر کثیر الوقوع ہیں کہ شاید ہی کوئی سالک اُن میں مبتلا ہونے سے بچا ہو بلکہ اہل علم بھی انہیں مبتلا ہیں اُنمیں سے ایک یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کی تحصیل کی فکر میں پڑ جاتے ہیں جیسے ذوق و شوق و استغراق و لذت و یکسوئی و دفع خطرات و سوزش و انجذاب و عشق طبعی و امثالہا اور ان امور کو ذکر و شغل و مجاہدہ کے ثمرات سمجھ جاتے ہیں اور ان کے حاصل ہونیکو حسن مآل سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ بعض امور غیر اختیاریہ کے ازالہ کے اہتمام میں لگجاتے ہیں جیسے قبض و ہجوم خطرات اور دل نہ لگنا یا کسی آدمی یا مال کی طبعی محبت یا شہوت یا غضب طبعی کا غلبہ یا قلب میں رقت نہ ہونا یا رونا نہ آنا یا کسی دنیوی غم کا غلبہ یا کسی دنیوی خوف کا غلبہ وامثالہا اور ان امور کو طریق کے لئے مضر اور مقصود سے مانع سمجھتے ہیں اور ان کے زائل نہ ہونے کو موجب بعد عن اللہ سمجھتے ہیں یہ ہیں وہ امور جن میں عام طور پر اہل سلوک مبتلا ہیں۔ اور امر مشترک ان دونوں امر میں امر ہے کہ امور غیر اختیاریہ کے درپے ہوتے ہیں تحصیلاً یا ازالۃً اور امور غیر اختیاریہ کے درپے ہونا مشتمل ہے متعدد مفاسد پر ایک مفسدہ یہ ہے اور یہ اعتقادی مفسدہ ہے کہ

۵۰

در پردہ اس میں حق تعالےٰ کے ارشاد لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی مزاحمت ہے
کیونکہ جب یہ امور غیر اختیاریہ ہیں تو انسان کی وسع میں نہوئے نہ تحصیلاً نہ ازالۃً کیونکہ قدرت
ضدین سے متعلق ہوتی ہے تو جس چیز کی تحصیل اختیار میں نہیں اُس کا ازالہ بھی اختیار میں نہیں
اسی طرح جس چیز کا ازالہ اختیار میں نہیں اُس کی تحصیل بھی اختیار میں نہیں پس جب یہ انسان
کی وسع میں نہ ہوئے اور سالک نے ان کی تحصیل یا ازالہ کو موقوف علیہ مقصود ماموربہ کا سمجھا
اور ظاہر ہے کہ ماموربہ کا موقوف علیہ ماموربہ ہوتا ہے تو اُس نے ان امور کی تحصیل یا ازالہ
کو ماموربہ سمجھا اور ماموربہ کے لئے وسع کا شرط ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ وسع میں ہے
نہیں تو گویا یہ معتقد ہوا اس امر کا کہ ماموربہ کے لئے وسع شرط نہیں تو صریح مزاحمت ہوئی
ارشاد لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی اور یہ کتنی بڑی غلطی ہے دوسرا مفسدہ یہ ہے
اور یہ عملی مفسدہ ہے کہ جب یہ امور اختیاری نہیں تو کوشش کرنے سے نہ حاصل ہونگے
اور نہ زائل ہوں گے اور تحصیل و ازالہ کے لئے کوشش کرے گا جب کامیابی نہ ہوگی
تو روز بروز پریشانی ہی بڑھے گی پھر اس پریشانی کے یہ آثار محتمل ہیں اوّل

۵۱

پریشانی کے تواتر سے کبھی بیمار ہو جاتا ہے پھر بیماری میں بہت سے اوراد و طاعات
سے محروم رہ جاتا ہے۔ ثانی پریشانی و غم کے غلبہ سے بعض اوقات اخلاق میں
تنگی ہو جاتی ہے اور دوسروں کو اس سے اذیت پہونچتی ہے۔ ثالث غم و فکر کے
غلبہ سے بعض اوقات اہل و عیال یا دیگر اہل حقوق کے حقوق میں کوتاہی ہونے لگتی
ہے۔ اور معصیت تک نوبت پہونچ جاتی ہے رابع کبھی یہ پریشانی اس حد تک پہونچ
جاتی ہے کہ مقصود سے مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق
بنتا ہے۔ خامس کبھی مایوس ہو کر اعمال و طاعات کو بیکار سمجھکر سب چھوڑ
بیٹھتا ہے اور بطالت و تعطل محض کی نوبت پہونچ جاتی ہے سادس کبھی
شیخ سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے کہ مقصود کا راستہ خود ان ہی کو معلوم نہیں۔
سابع کبھی حق تعالےٰ سے ناراض ہو جاتا ہے کہ ہم اتنی کوشش و مجاہدہ کر رہے
ہیں مگر کامیابی ہی نہیں ہوتی ذرا رحمت نہیں فرماتے بالکل توجہ نہیں ہے

خدا جانے وہ تمام وعدے کہاں گئے جیسے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الآیۃ اور من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث تو نعوذ باللہ نصوص کی صریح تکذیب کرنے لگتا ہے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ غرض یہ نمونہ ہے اُن مفاسد کا جن میں کوئی مضرت بدنی و نفسی ہے کوئی مضرت دینی ہے معصیت یا کفر اسی وجہ سے میں نے تمہید کی سطر اول میں ان دونوں امر کو مانع طریق سلوک کہا ہے اور اہل طریق نے ہر زمانہ میں ان موانع کا معالجہ حسب استعداد طالبین فرمایا ہے اُن ہی معالجات میں سے وہ معالجات بھی ہیں جو اس زمانہ کی حالت و استعداد کے موافق وقتاً فوقتاً تربیۃ السالک کا جزو بنتے رہتے ہیں چونکہ رسالہ مذکور ذرا طویل ہے اور ایسے اجزا اس میں مختلف مقامات پر منتشر طور پر مذکور ہیں کہ بدون پورے رسالہ کے مطالعہ کے ان کا اجتماع ذہن میں نہیں ہوسکتا بلکہ اس وجہ سے کہ درمیان درمیان دوسرے مضامین متخلل و حائل ہوجاتے ہیں اس لئے اُن کے اثر سے پہلی جزو کا اثر مضمحل ہونے کے سبب پورے مطالعہ میں بھی کافی اجتماع نہیں ہوتا اور بعض مبتلا کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس اجتماع کی اس لئے احقر نے مناسب سمجھا کہ ایسے خاص مضامین رسالہ مذکورہ میں سے منتخب ہو کر یکجا مجتمع ہوجائیں تاکہ ایسے طالب کو سہولت سے انتفاع ہو سکے جیسا کہ رسالہ حسن العلاج میں ایک خاص قسم کے مضامین اسی مصلحت سے جمع کئے گئے ہیں چنانچہ احقر نے یہ کام محبی مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی کے سپرد کیا اور یہ بھی رائے دی کہ اگر میرے دوسرے رسائل میں ایسے مضامین مل جاویں تو ان کو بھی اس کا تابع بنا کر جزو کر دیا جاوے چنانچہ یہ رسالہ حاضر ہے اور نام اس کا دفع الضیق عن اہل الطریق رکھا گیا واللہ ولی النفع وبیدہ ازمۃ الجلب والدفع۔

۵۲

خطبہ حقیقۃ الطریقۃ

الحمد للہ الذی نور الارض والسماء + وھو یھدی لنورہ من یشاء والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد سید الانبیاء من صدرہ مشکوٰۃ فیھا مصباح الاھتداء + وھو للذین آمنوا ھدی وشفاء +

وعلی آلہ الاتقیاء وصحبہ الاصفیاء، وورثتہ من العلماء والاولیاء، الذین
لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ التی تنہی عن الفحشاء، وینفقون
فی السراء والضراء، ویخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیہم اللہ
احسن الجزاء، ویزیدہم اللہ من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر احصاء، من
احبہم واتبعہم کان مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء
والصلحاء، ومن ابغضہم وعاندہم کان من اہل الشقاء، من الذین اعمالہم
للسمعۃ والریاء، کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن کالماء، اوبعد ھا عن الصفاء
والجلاء، والنور والضیاء کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج
من فوقہ سحاب وھماء، ظلماء فوق ظلماء،

بعد حمد وصلوٰۃ مدعائے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد و اصلاح اعمال ظاہری
فرض ہے کہ آپ نے اعمال باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں
بے شمار آیات اور حدیث میں بے انتہا روایات اسکی فرضیت پر صراحۃً دال ہیں گو اکثر اہل ظاہر
بسبب پابندی ہوا و ہوس اس دلالت سے غافل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ قرآن و حدیث میں
زہد و قناعت و تواضع و اخلاص و صبر و شکر و حب الٰہی و رضاء بالقضاء و توکل و تسلیم وغیرہ ذلک کی
فضیلت اور انکی تحصیل کی تاکید اور ان کے اضداد حب دنیا و حرص و تکبر و ریا و شہوت و غضب
و حسد و نحوہا کی مذمت اور اُن پر وعید وارد و مذکور ہے پھر ان کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ
ہونے میں کیا شبہ رہا اور یہی معنی ہیں اصلاح اعمال باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت
میں جس کا فرض ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے اور اسی کے ساتھ تجربہ اس کا بھی شاہد ہے
کہ اس اصلاح کا مدار اعظم عادۃ اللہ میں صحبت و خدمت و اطاعت اُن حضرات کی ہے
جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں اور جہاں صحبت ظاہری میسر نہ آوے تو صحبت معنوی یعنی ان
حضرات کے حالات و حکایات کا مطالعہ قائمقام صحبت ظاہری کے ہو کر کسی درجہ میں
کفایت کر سکتا ہے اور یہی راز ہے کہ نصوص میں بکثرت صحبت نیک کی ترغیب اور صحبت بد
سے ترہیب آئی ہے۔ اسیطرح آیات و احادیث میں مقبولان الٰہی کے قصص جابجا آئے ہیں۔ اور یہ بھی انشاد

تجربہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ تاثیر صلحاء کی صحبت ظاہری یا معنوی کی موقوف ہے اسپر کہ اُن کے ساتھ عقیدت و محبت ہو ورنہ عمر بھر بھی کچھ نفع نہیں ہوتا اور جس طرح کہ اہلِ صلاح کی صحبت نافع و مفید ہے۔ اسیطرح اہل فساد کا قرب اور تعلق خاطر مضر اور مہلک ہے اور اس زمانہ میں بوجہ قلتِ علم و نیز غلبۂ ہوائے نفسانی اصلاح باطنی کی طرف اوّل تو اکثر کو التفات ہی نہیں پھر اگر کسی کو خیال بھی ہوتا ہے۔ اور اس ضرورت سے کسی کی صحبت کا جویا ہوتا ہے تو چونکہ اکثر طبائع میں اعتدال علمی و عملی بہت کم ہے یا تو تشدد و تعصب زیادہ ہے اور یا مداہنت و ضعف دینی بڑھا ہوا ہے۔ اسلئے دو امر قوی مانع طریق و سدراہ ہو جاتے ہیں متشددین تو کاملین و اہل حق کے بعض اقوال یا افعال یا احوال کی کُنہ اور لم نہ سمجھنے سے اُن کو مخالف سنت قرار دیکر اُن سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اُن کی برکات سے محروم رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات گستاخی و بے ادبی کر کے اپنی عاقبت کو پُر خطر کر لیتے ہیں اور مداہنین اور ضعیف الاعتقاد لوگ ناقصین و اہل باطل کے تمام اقوال و افعال و احوال کو بلا تطبیق شریعت دل و جان سے قبول کر کے اُن کی صحبت و خدمت اختیار کر کے اور اُن کے محب و معتقد بنکر اپنا دین ضائع کر بیٹھتے ہیں اسلئے سخت ضرورت واقع ہوئی کہ قرآن و حدیث سے طریقت کی حقیقت دکھلادی جاوے تاکہ اس کے بعد اہل کمال پر انکار نہو اور ناقصین پر اعتقاد نہو متشددین کا افراط کہ بعضے اُن میں باوجود تحصیل علم کے کاملین کو ناقص اور اون کی حالت کو خلاف شریعت اور یہ کہ دین میں اسکی کچھ اصل نہیں گمان کرتے ہیں رفع ہو جاوے اور سست اعتقادوں کی تفریط کہ ناقصین و مبطلین کو کامل اور اُنکی حالت کو باوجود خلاف شریعت ہونے کے عین حقیقت اور یہ کہ عین قرب و وصل سے سمجھتے ہیں دفع ہو جاوے اور امر حق کہ اعتدال بین الافراط و التفریط ہے متعین و متحقق ہو جاوے

مقدمہ

اوپر تمہید میں گذر چکا ہے کہ مقصود اصلی اس طریق باطن میں اصلاح اعمال باطنی ہے اور ان اعمال کو اصطلاح میں اخلاق و مقامات کہتے ہیں لیکن جس طرح ہر مقصود

کے ساتھ اُسکے کچھ متعلقات بھی ہوا کرتے ہیں اسیطرح اس اصلاح مذکور کے ساتھ بھی بہت سے امور اُسکے متعلق ہیں پھران متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمرات غیر اختیاریہ اصلاح مذکور کے ہیں اُن کو اصطلاح میں **احوال** کہتے ہیں اور بعض امور ان ثمرات کے معین وبمنزلہ اسباب حصول ہیں انکو **اشغال** کہتے ہیں۔ اور بعض امور کسی اشتباہ کا دفع یاکسی مرض باطنی کا علاج یاکسی عمل کا طرز وطریق ہے اسکو **تعلیمات** سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور بعض امور اختیاری یا غیر اختیاری ان ثمرات کے آثار ظاہری ہیں انکو **علامات** سے تعبیر کرنا زیبا ہے اور بعض امور از قبیل نصوص اُن اخلاق وصفات محمودہ پر بشارت دینے والے ہیں انکو **فضائل** کہنا لائق ہے اور بعض امور از قسم افعال اختیاریہ بمنزلہ امور طبعیہ اس قوم کے ہیں انکو **عادات وآداب** کہنا مناسب ہے۔ اور بعض افعال از قسم افعال مباحہ مبنی پر بعض مصالح غیر ضروریہ ہیں انکو **رسوم** کہا جاوے تو بہتر ہے اور بعض امور محض تحقیقات علمیہ ہیں انکو **مسائل** کہنا چاہیئے۔ اور بعض امور از قسم عبارات ہیں انکو **اقوال** کہنا چاہیئے اور بعض امور ظاہر نظر میں حدود جواز سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں اگر واقع میں وہ داخل حدود ہیں تو اُن کی نسبت جو تاویل اور تطبیق کیجاوے اسکو **توجیہات** کہنا خوب ہے اور اگر واقع میں بھی خارج حدود ہیں تو اس میں تنبیہ کی حاجت ہے جسکو **اصلاح** کہنا چاہتے اور بہت کم ایسے امور رہ گئے ہوں گے کہ ان کلیات میں سے کسی کی فرد نہوں انکو **متفرقات** کہا جاوے گا۔

55

مضمون تنبیہ الطریق

(عـــہ) قال القاضی ثناء الله رح فی تفسیرہ تحت آیۃ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا الآیۃ من اراد ان ینطق بتلک المعارف فلا بد له من ایراد مجازات واستعارات لا یهتدی

(ترجمہ) قاضی ثناء اللہ رح نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ جو شخص ان معارف کے ساتھ تکلم کرنا چاہتا ہے اسکو ایسے مجازات واستعارات لانا پڑتا ہے کہ اس کے مقصود تک عوام کی رسائی نہیں ہوتی اسلئے وہ

الی مراهها العوام فیفسقونه ویکفرونه
فان قیل فای ضرورة فی التکلم بها
ومابال القوم یصنفون فیها مجلدات
قلت لیس الغرض من تلك التصنیفات
اعطاء تلك العلوم ولا یحصل بمطالعة
تلك الکتب شئ من القرب والولایة
بل الغرض منها تنبیه العارفین المحصلین
لتلك العلوم بالجذب والسلوك علی بعض
تفاصیلها وتطبیق احوال المریدین
ومواجیدهم علی احوال الاکابر ومواجیدهم
کی یظهر صحة احوالهم وتطمئن به قلوبهم
وکثیرا ما یتکلمون بتلك المعارف فی غلبة
الاحوال فالطریق السوی للعوام عند
مطالعة کتبهم وسماع کلامهم عدم
الانکار وحمله علی ظاهر الشریعة مهما
امکن بالتاویلات فان کلامهم رموز
واشارات او تفویض علمه الی علام
الغیوب کما هو شان المتشابهات فان
فی کلامهم مجازات واستعارات
مصروفة عن الظاهر ولیس شئ منها
مخالفا للشرع بل هی لب الکتاب
والسنة رزقنا الله سبحانه بفضله
والمنة (تفسیر مظهری)

٥٦

لوگ اسکو فاسق اور کافر بناتے ہیں اگر کوئی
سوال کرے کہ پھر اس کے ساتھ تکلم کرنے
کی اور تصنیف کرنے کی کیا ضرورت ہے
جواب دوں گا کہ ان تصنیفات سے غرض
ان علوم کا افادہ نہیں ہے اور نہ ان کے
مطالعہ سے قرب اور ولایت حاصل ہوتی
ہے بلکہ مقصود اس سے ان عارفین کو جو کہ
ان علوم کو جذب اور سلوک سے حاصل کرتے
ہیں بعض تفصیلات پر متنبہ کرنا ہوتا ہے
اور مریدین کے احوال و مواجید کو اکابر کے
احوال و مواجید پر منطبق کرنا ہوتا ہے تاکہ
ان کے احوال کا صحیح ہونا ظاہر ہو جائے
اور اس سے ان کے قلوب کو اطمینان
ہوجاوے اور بسا اوقات ان معارف
کے ساتھ غلبہ احوال میں تکلم کرتے ہیں پس
طریق مستقیم عوام کے لئے ان حضرات کا
کلام سننے کے وقت اور ان کی کتابوں کو
مطالعہ کرنے کے وقت یہی کہ اعتراض
نہ کریں اور ان کو بقدر امکان تاویلات
کرکے ظاہر شریعت پر محمول کریں۔ کیونکہ
ان کا کلام رموز و اشارات ہوتے ہیں یا (اگر
تاویل سمجھ میں نہ آوے تو) علام الغیوب کے حوالہ کریں
جیسا کہ متشابہات کی شان ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

پیش او مہمان شد او وقت تموز ہر دو زاہد جمع گشتہ چند روز

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست چونکہ نابیناست این درویش راست

اندریں اندیشہ تشویشش فزود کہ جز او را نیست اینجا باش و بود

اوست تنہا مصحفے آویختہ من نیم گستاخ یا آمیختہ

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم تا بصبرے بر مرادے بر زنم

صبر کرد و بود چندے در حرج کشف شد کالصبر مفتاح الفرج ۲۸۵

صبر گنج ست اے برادر صبر کن تا شفا یابی تو زین رنج کہن

صبر سوئے کشف بر سر رہبرست صبر تلخ آمد برِ او شکرست

رفت لقمان سوئے داؤد از صفا دید کو میکرد ز آہن حلقہا

جملہ را با ہمد گر در مے فگند ز آہن و پولاد آن شاہ بلند

صنعت زرّاد او کم دیدہ بود در عجب مے ماند وسواسش فزود

کاین چه شاید بود وا پرسم ازو — که چه می سازی ز حلقه تو بتو

باز با خود گفت صبر اولی‌ترست — صبر تا مقصود زوتر رهبرست

چون نپرسی زودتر کشفت شود — مرغ صبر از جمله پران‌تر شود

ور بپرسی دیرتر حاصل شود — سهل از بی‌صبریت مشکل شود

چونکه لقمان تن بزد اندر زمان — شد تمام از صنعت داؤد آن

پس زره سازید و در پوشید او — پیش لقمان حکیم صبرخو

گفت این نیکو لباس است ای فتی — در مصاف و جنگ دفع زخم را

گفت لقمان صبر نیکو همدمیست — کو پناه و دافع هر جا غمیست

صبر را با حق قرین کرد ای فلان — آخر والعصر را آگه بخوان

صد هزاران کیمیا حق آفرید — کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

مرد مهمان صبر کرد و ناگهان — کشف گشتش حال مشکل در زمان

نیم شب آواز قرآن را شنید
جست از خواب آن عجائب را بدید

که ز مصحف کور میخواند درست
گشت بیصبر و ز کور آن حال جست

گفت چون در چشمہایت نیست نور
چون ہمی بینی ہمی خوانی سطور

آنچه میخوانی بر آن افتادہ
دست را بر حرف آن بنہادہ

اصبعت در سیر پیدا می‌کند
که نظر بر حرف داری مستند

گفت ای گشتہ ز جہل تن جدا
این عجب میداری از صنع خدا ۲۴۷

من ز حق درخواستم کای مستعان
بر قرائت من حریصم ہمچو جان

نیستم حافظ مرا نوری بدہ
در دو دیدہ وقت خواندن بیگرہ

باز دہ دو دیدہ ام را آن زمان
که بگیرم مصحف و خوانم عیان

آمد از حضرت ندا کای مرد کار
ای بہر رنجی بما امیدوار

حسن ظن است و امیدی خوش ترا
که ترا گوید بہر دم برتر آ

ہر زمان کہ قصد خواندن با شدت
باز مصحفہا قرائت با یدت

من در آندم وا دہم چشم ترا
تا فرو خوانی معظم جوہرا

ہمچنان کردو ہر آنگاہی کہ من
واکشایم مصحف اندر خواندن

آن خبیری کہ نشد غافل ز کار
آن گرامے بادشاہ کردگار

باز بخشد بینشم آن شاہ فرد
در زمان ہمچوں چراغ شب نورد

زین سبب نبود ولے را اعتراض
ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض

۴۳۴۸

گر بسوزد باغت انگورے دہد
در میان ماتمت سورے دہد

آن شل بے دست را دستے دہد
کان غمہا را دل مستے دہد

لا نسلم و اعتراض از ما برفت
چون عوض می آیداز مقصود رفت

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد
راضیم گر آتشش ما را کشد

چونکہ بے چشمت بہ بخشد دیدنے
این چنان کوریست چشم روشنی

ف لكنه مع ذلك مباح اذا لم يعتقد السنية بل هو اسم صالح مبني على المصالح كتعميم المحصلين الفارغين من العلوم الدرسية هو رسم بين اصحاب الدرس۔

الحديث۔ لسعت حية الهوى كبدي الى اخرة البيتين وانهما انشدا بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم قال ابن تيمية ما اشتهر ان ابا محذورة انشد بين يديه صلى الله عليه وسلم وانه تواجد حتى وقعت البردة الشريفة عن كتفه فتقاسمها فقراء الصفة وجعلوها رقعا في ثيابهم فهو كذب

ف لیکن باوجود اس کے لبس خرقہ امر مباح ہے جب اسکو مسنون نہ سمجھا جاوے بلکہ وہ ایک رسم صالح ہے جو بہت مصالح پر مبنی ہے جیسے فارغین علوم درسیہ کو عمامہ باندھنا اہل مدارس میں ایک رسم ہے۔

حدیث قد لسعت حیة الہوی کبدی دو شعروں کے ختم تک (اور وہ دو شعر یہ ہیں ؎

قد لسعت حیة الہوی کبدی
فلا طبیب لہا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ
فعندہ رقیتی وتریاقی

اور یہ کہ یہ اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے گئے (اس کے متعلق) ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابو محذورہ نے یہ اشعار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے ہے اور آپ نے وجد فرمایا حتی کہ آپکی چادر مبارک آپ کے شانہ سے گر گئی اور اسکو فقراء صفہ نے باہم تقسیم کر لیا اور اپنے کپڑوں میں اس کے پیوند لگائے سو یہ قصہ

باتفاق اهل العلم بالحديث
وما روى فى ذلك فموضوع
ف قلت وهو ايضاً عند
علماء الصوفية امر مباح
فى نفسه لاغراض
محمودة بشرائط
خاصة متقررة
عندهم مضبوطة
فى مقالاتهم منها ان لا
يترتب عليه فساد لا
ظاهر ولا باطن وهذا الكلام
فى السماع والوجد والتواجد اما
تقاسم الخرقة للتبرك فهو كلبس
الخرقة الذى ذكر آنفا رسم ناش عن
اعتقاد البركة ولما كان تحصيل البركة
من الاغراض المحمودة لم يدخل هذا
التمزيق فى الاسراف والاتلاف فعليك بالادب
والانصاف واياك والاعتراض والاعتساف
فى امر الصوفية ولو لم يكونوا من الاسلاف

الحديث لولا
عباد الله ركع و

باتفاق محدثین غلط ہے اور جو کچھ اِس باب
میں مروی ہے سب موضوع ہے **ف**
میں کہتا ہوں کہ یہ بھی علماء صوفیہ کے نزدیک
اغراض محمودہ کے لئے ایک امر فی نفسہ مباح
ہے مگر خاص شرائط کے ساتھ جو اُنکے
نزدیک مقرر ہیں اور ان کے کلمات میں
منضبط ہیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے
کہ اوسپر کوئی فساد ظاہری یا باطنی مرتب
نہو یہ کلام تھا سماع اور وجد اور تواجد میں
باقی خرقہ کا برکت کے لئے تقسیم کرلینا
پس وہ لبس خرقہ کی طرح جس کا ذکر ابھی
اوپر گذرا ہے ایک رسم ہے جو اعتقاد
برکت سے ناشی ہے اور چونکہ برکت
کا حاصل کرنا اغراض محمودہ سے ہے اسلئے
یہ خرقہ کا پارہ پارہ کردینا اسراف
اور اتلاف میں داخل نہیں سو تم صوفیہ
کے بارہ میں گو وہ متقدمین میں سے نہوں
ادب اور انصاف کا لحاظ رکھنا اور اعتراض
اور کجروی سے بچنا۔

حدیث اگر اللہ کے وہ بندے نہوتے
(جو بڑھاپے سے) جھک گئے ہیں اور

صبية رضع وبهائم رتع
يصب عليكم البلاء
صبا الطيالسي والطبراني
وابن منده وابن
عدي واخرون
من حديث مالك
ابن عبيدة وابن مسافع
الديلمي عن ابيه
عن جده وابو يعلى
من حديث
ابي هريرة
كلاهما به
مرفوعا **ف** دل
على كون الدني
نافعا للشريف
ومن ثم ترى
اهل الله يرون
انفسهم اخس
من كل احد
حتى من البهائم
ويقاس النفع

دودھ پینے والے بچے نہ ہوتے اور
چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم لوگوں پر
(معاصی کی سزا میں) مینہ کی طرح عذاب
برستا روایت کیا اسکو طیالسی اور
طبرانی اور ابن مندہ اور ابن عدی اور
دوسرے محدثین نے مالک بن عبیدہ
ابن مسافع دیلمی کی روایت سے وہ
روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے
اور وہ ان کے دادا سے اور ابو یعلیٰ
نے ابو ہریرہ کی حدیث سے دونوں
نے اسی لفظ سے مرفوعاً روایت کیا
ہے **ف** ۔ یہ حدیث اسپر دال ہے
کہ ادنی سے اشرف کو نفع پہونچ جاتا
ہے (چنانچہ بہائم تک سے آدمی کو
یہ نفع پہونچا کہ اون کی بدولت وہ عذاب
سے محفوظ رہا) اور اسی وجہ سے
اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنے کو
ہر شخص سے کمتر سمجھتے ہیں حتے کہ بہائم
سے بھی اور نفع دنیوی پر نفع دینی کا
قیاس ہو سکتا ہے (کہ وہ بھی دنی سے
شریف کو بعض اوقات پہونچ جاتا ہے

۱۰۳ انتفاع الشریف من الدنی

الدینی علی النفع الدنیوی۔
الحدیث لو انکم
توکلون علی اللہ حق
توکلہ لرزقکم کما
یرزق الطیر تغدو
خماصًا وتروح بطانًا
احمد والطیالسی فی مسندیہما
والترمذی وابن ماجۃ
من حدیث ابی تمیم
الجیشانی عن عمر مرفوعًا و
صححہ ابن خزیمۃ وابن حبان
والحاکم وللعسکری من جہۃ
وہب بن منبہ
قال سئل ابن
عباس عن المتوکل
فقال الذی
یحرث ویبذر
بذرہ بین المدر
ومن طریق
معٰویۃ بن قرۃ قال
لقی عمر بن الخطاب

۱۰۴

چنانچہ بکثرت مشاہدہ ہے)
حدیث۔ اگر تم اللہ تعالی پر توکل
رکھتے جیسا توکل کا حق ہے تو تم کو
اللہ تعالی اس طرح رزق دیتا جیسا کہ
پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو
(گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں
اور شام کو پیٹ بھر کر جاتے ہیں۔
روایت کیا اسکو احمد اور طیالسی نے
اپنے مسندوں میں اور ترمذی۔ اور
ابن ماجہ نے بھی ابو تمیم جیشانی کی
روایت سے اور وہ حضرت عمرؓ
سے اسی لفظ کے ساتھ مرفوعًا
روایت کرتے ہیں اور تصحیح کی اسکی
ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم
نے اور عسکری کی روایت وہب
ابن منبہ کی جہت سے یہ ہے کہ حضرت
ابن عباسؓ سے متوکل کے بارہ میں پوچھا گیا کہ
متوکل کون ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کھیتی کرے اور
مٹی میں اپنا تخم ڈالے (یعنی اسباب معاش
کو اختیار کرے) اور معویہ بن قرہ کی طریق
سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اہل یمن سے

باقی آیندہ

کہ کم پڑھا ہوا اسلئے کہ مولانا کی طبیعت میں ہمیشہ سے ایک آزادی تھی مگر دیکھئے علوم کے
ایسے دریا تھے کہ جس کے پانی نے تمام ہندوستان کو سیراب کر دیا اب بھی جس طالب علم
کا جی چاہے تجربہ کر لے اور تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل
ہوتے ہیں اگر خلوص سے تقویٰ کو اختیار کیا جائے تو اسکی برکت کی تو حد نہیں اگر خلوص نہ ہو تو
امتحان ہی کیلئے کر کے دیکھ لو اسکی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے بقول مولانا رحمہ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(وعظ ایضاً ص۱۲۵ سنا)

(۵۷) **حکایت** حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں یہ آیت
سنی وقودھا الناس والحجارۃ تو بے انتہا روتے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ تو
اہل بیت میں سے ہیں آپ اسقدر کیوں روتے ہیں فرمایا کہ کنعان نوح علیہ السلام
کا بیٹا تھا دیکھئے اس کے لئے ارشاد ہے انہ لیس من اھلک اس شخص نے کہا کہ
آپ تو بچے ہیں فرمایا میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب چولہے میں آگ سلگاتی
ہیں تو اول چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں پھر ان سے بڑی لکڑیوں میں۔ اسیطرح
مجھکو ڈر ہے کہ وہاں بھی ویسی ترتیب نہ ہو اب اسوقت کے بچے جو ہیں کیا ان پر وحی نازل
ہوئی ہے کہ ان کے ذمہ بجز لہو ولعب کے کوئی کام نہیں اور یاد رکھو جو طلبہ بالغ
ہیں وہ تو بچے نہیں ہیں انکو تو بیفکر نہ ہونا چاہیئے (وعظ ایضاً ص۱۲۸ سنا)

(۵۸) **حکایت**۔ کسی پیر کی فاتحہ گرم کھیر پر دی تھی تو پیر نے کہا کہ میری زبان
میں چھالا پڑ گیا یہ بالکل غلط ہے (وعظ تعظیم الشعائر دعوات ص۱۸ سنا)

(۵۹) **حکایت**۔ مجھ سے ایک شخص نے دیوبند میں پوچھا تھا کہ میاں
حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا ہے جو تم لوگ باوجود علماء فضلاء ہونے کے
ان کے پاس جاتے ہو میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو الفاظ ہی الفاظ ہیں اور
ان کے پاس معانی ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں اس لئے کہ ان کو مغز اور

حقیقت حاصل ہے اور ہم اُن کے محتاج ہیں (وعظ التصدی للغیر دعوات جلد ۶ ص ۱۲ سطر ۱۶)

(۶۰) **حکایت**۔ میں جودھپور گیا تھا وہاں وعظ ہوا وعظ سے پہلے ایک صاحب نے میرے کان میں کہا کہ یہاں بہت سے مفتری لوگ ہیں تم لوگوں پر دو تہمتیں لگاتے ہیں ایک تو یہ کہ تم لوگ وہابی ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (العیاذ باللہ) فضائل کے منکر ہو اور دوسرے یہ کہ تم غیر مقلد ہو۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ وعظ میں حضور کے فضائل اور امام صاحب کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ شبہات جاتے رہیں لیکن الحمدللہ میری سمجھ میں آگیا کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہم کو اچھا سمجھنے لگیں اس سے اُن غریبوں کا کیا فائدہ ہوا۔ میں نے کہا کہ وعظ طب ہے طبیب دوا وہ بتلاویگا جو مرض کے مناسب ہو کہ اس میں مریض کی مصلحت ہے اگر کوئی طبیب اس بات میں بدنام ہو جائے کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہیں تو اگر وہ اِس عار کے دھونے کے واسطے حلوا لکھدے جس کی مریض کو ضرورت نہو وہ طبیب نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی اِس لئے میں اِس وقت فضائل نبوی اور فضائل امام کو بیان کرنے میں ان مخاطبین کی تو کوئی مصلحت نہیں دیکھتا اس لئے اِس کا بیان نہ کروں گا کہ اس میں صرف میری مصلحت ہے کہ میری بدنامی جاتی رہے بلکہ میں وہ امراض بیان کروں گا جو ان لوگوں کے اندر ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی مصلحت تو ہے صاحبو! غیر ضروری موقع پر مذمت تو درکنار مدح بھی زیبا نہیں۔ (التصدی للغیر دعوات جلد ۶ ص ۲۴ سطر ۱۳)

(۶۱) **حکایت**۔ ضلع اعظم گڈھ میں ایک شخص نے جماعت کیوقت بسم اللہ پڑھکر نماز کی اقامت کہی میں نے پوچھا کہ تم نے بسم اللہ کیوں پڑھی کہنے لگا کہ بسم اللہ پڑھنا تو اچھا ہی ہے میں نے کہا کہ بیشک بسم اللہ پڑھنا اچھا ہے لیکن یہ اوس کا موقع نہیں حضرت ابن عمر رض کی حکایت ہے کہ ان کی مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے کہا السلام علیکم حضرت ابن عمر رض نے فرمایا کہ علیک وعلی امک السلام اوسکو ماں کا ذکر کرنا ناگوار ہوا اور بُرا مانا حضرت ابن عمر رض نے فرمایا کہ میاں سلام کرنا بہت

اچھی شے ہے لیکن ہمکو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم الحمد للہ کہا کریں (وعظ ایضاً ص۲۳ س۱)

(۶۲) **حکایت** - حضرت حاجیصاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ تہوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا ہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو ؎

گفت آن اللہ تو لبیک ماست　　وین نیاز و سوز و دردت پیک ماست

پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اسپر قبول رضا و رحمت فرمائیں گے۔

(۶۳) **مثال** - اب معلوم کرنا چاہیئے کہ ہر نعمت کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اس نعمت کا حق کیا ہے جو ہم کو ادا کرنا چاہیئے اُن حقوق کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ دیکھو جو شخص کسی حاکم سے ہمکلام ہوتا ہے وہ کیا انداز اختیار کرتا ہے وہ یہ کرتا ہے کہ اس حاکم کے خلاف مزاج و طبیعت نہیں کرتا ہے بدن پر کپڑے ہر وقت صاف رکھتا ہے کہ ایسا نہو کہ حاکم کی طبیعت مجھ سے مکدر ہو جائے منہ کو صاف رکھتا ہے کہ بدبو نہ آنے لگے الفاظ کی رعایت رکھتا ہے کہ کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ نکل جائے چنانچہ ان امور میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جاتی ہے تو دھکے دیکر نکالدیا جاتا ہے اس لئے اسکو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اس طور سے رہنا چاہیئے کہ حاکم خفا نہ ہو جائے جبکہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن پڑھنا دعا کرنا ذکر کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہری صورت شکل اور لباس پر نہیں - اون کی نگاہ قلب پر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم تو کیا یہ شرم کی بات نہیں اور کیا قابل ترک نہیں کہ قلب میں معصیت کی نجاست لیکر اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرو - یہ بے حیائی نہیں ہے کہ جس منہ سے جھوٹ بولو غیبت کرو پھر اسی منہ سے اللہ کا ذکر کرو - اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک ہی

چمچہ سے فیرنی اور اسی سے گوہ نکالو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں جانی وما قدروا اللہ حق قدرہ۔

(۶۴) **حکایت**۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسوقت حضور پر وحی کا نزول ہوتا تھا اونٹ کھڑا نہ ہو سکتا تھا اور آیا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضور کا چہرۂ مبارک پسینہ ہو جاتا تھا اور سانس بڑھجاتا تھا اور ہوش اس طرف کا نہ رہتا تھا اور فرماتے ہیں کہ کبھی مجھہ پر وحی مثل حلقۃ الجرس یعنی مثل جھنجھناہٹ جرس کے اور وہ مجھپر سخت تر ہے اور یہی داخل ہے اُس بارے میں کہ جس کے بارے میں فرمایا ہے۔ الم نشرح لک صدرک الخ یعنی کیا ہمنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے آپ کے سینہ کو نہیں کھولدیا اور جس بوجھہ نے آپ کی کمر توڑ دی تھی ہم نے اسکو ہٹا دیا جب سید الاولین والآخرین کی بار کلام سے یہ حالت تھی حالانکہ یہ بواسطہ ہمکلامی تھی تو کیا ہر بازاری کا منہ ہے جو اس کا حوصلہ کرے (وعظ تعل العلماء دعوات صہ ۱۲) ۵۲

(۶۵) **مثال**۔ علماء کی بے وقعتی کے متعلق بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ صاحب ہمنے وعظ سنا اور معتقد بھی ہوئے۔ مگر اخیر میں جو مولوی صاحب نے سوال کر دیا تو سارا اعتقاد ڈھلگیا مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم عبد العزیز صاحب وغیرہ سب کو اس وجہہ سے چھوڑ دے اور سب کی بُرائیاں شروع کر دے کہ اس نے عطائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھا تھا تو آپ اسکو صائب الرائے سمجھیں گے اور کیا آپ نے بھی سب ہی حاذق اطبا کو چھوڑ دیا ہے تو جن کی حکایتیں آپ نے یاد کر رکھی ہیں وہ واقع میں اناڑی عطائی ہیں افسوس عطائیوں کے پھیل جانے سے آپ نے اطبار کو نہ چھوڑا۔ مگر چند سائلوں کی وجہ سے محقق مولویوں کو چھوڑا (وعظ ضرورت العلماء دعوات جلد ۵ صہ ۱۱ بمشتہ)

(۶۶) **مثال**۔ اسوقت مولوی کے ساتھہ تمہارا جو خشک اعتقاد ہے اسکی ایسی مثال ہے

(باقی آیندہ)

(۷) ان فی خلق السمٰوت والارض واختلاف اللیل والنہار لاٰیات لاولی الالباب (ترجمہ بیشک آسمان وزمین کی پیدائش میں اور رات دن کی لوٹ پوٹ میں (قدرت کی) نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔ اور وفی الارض اٰیات للموقنین وفی انفسکم (ترجمہ) زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور تمہارے وجود میں۔ اس معنے میں آیۃ کا استعمال قرآن میں بکثرت ہے مگر ہم ایسے موقعوں سے اسوقت بحث نہیں کرتے کیونکہ ہم کو مخاطبین سے اون موقعوں پر کچھہ اختلاف نہیں نشانی ہی کے معنے وہ لیتے ہیں اور نشانی ہی کے معنے ہم لیتے ہیں۔ اسوقت ہم صرف اون ہی مذکورہ تین قسم کے مواقع سے بحث کریں گے کیونکہ ہمارے مخاطبین نے اون ہی میں تصرف بیجا کیا ہے۔ اور اون تینوں میں سے بھی اون مواقع کو چھوڑے دیتے ہیں جنمیں لفظ آیت معجزہ اور کلام الٰہی دونوں کو محتمل ہے کیونکہ ایسے موقعوں پر ہمکو اور مخاطبین کو دونوں کو اپنے موافق معنے مراد لینے کی گنجائش ہے شلاً کذٰلک اتتک اٰیاتنا فنسیتہا۔ اور والذین ھم باٰیات ربہم یؤمنون۔ اب ہماری گفتگو صرف دو قسم کے موقعوں سے رہی ایک وہ جہاں لفظ آیت بمعنے معجزہ آیا ہے اور ایک وہ جہاں لفظ آیت بمعنے جملہ کلام الٰہی آیا ہے۔ مخاطبین اثبات کے موقعوں پر جملہ ہائے کلام الٰہی مراد لے لیتے ہیں اور نفی کے موقعوں پر معجزات۔ ہم یہہ ثابت کرتے ہیں کہ اثبات کے ہر موقعہ پر جملہ ہائے کلام الٰہی نہیں مراد لے سکتے بہت سے موقعوں پر لفظ آیت سے معجزہ ہی مراد لینا پڑے گا تو معجزہ کا ثبوت ہوگا۔

جب معجزہ کا ثبوت ہوگا تو اون آیتوں سے جنسے مخاطبین نے بزعم خود معجزات کی نفی ثابت کی ہے تعارض بحال رہے گا اور اون کی تطبیق غلط ٹہرے گی اور وہ تطبیق صحیح ہوگی جسکو ہم بیان کریں گے۔

عہ (ترجمہ) اسیطرح تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تہیں۔ پہر تو اونکو بہول گیا۔ یعنی آیات قرآنی تیرے سامنے پڑہی گئی تہیں مگر تو نے توجہ نہ کی یا یہ معنی ہوں کہ معجزات تجہے دکہلائے گئے مگر تو نے اون کی تصدیق نکی۔ ۱۲

عہ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہاں بہی معجزات اور آیات قرآنی دونوں مراد لیجا سکتی ہیں ۱۲

(ح) وہ آیتیں جنمیں لفظ آیت سے مراد معجزہ ہی لینا پڑتا ہے یہ ہیں۔
(۱) اوکالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشہا۔ (پارہ تلک الرسل شروع) الی قولہ تعالیٰ ولنجعلک آیۃ للناس۔ الی آخر الآیۃ ان آیتوں میں حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ گذرے ایک بستی (بابل) پر جو (بخت نصر بادشاہ کے ظلم سے) بالکل ویران ہوگئی تھی تو اونہوں نے کہا کہ اب یہ بستی کیا آباد ہوسکتی ہے تو حق تعالےٰ نے اون کی روح قبض کرلی اور سو برس کے بعد اونکو پھر زندہ کیا اور پوچھا تم یہاں کتنے دن رہے عرض کیا ایک پورا دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا سو برس رہے ہو دیکھو کہ تمہارا گدھا سواری کا مر کر گل سڑ گیا مگر کہانا تمہارے ساتھ کا ویسا ہی موجود ہے اور دیکھو ہم گدہے کی ہڈیوں کو کس طرح کہڑا کرتے ہیں اور اوس کا گوشت پوست سب درست کیئے دیتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس قصہ میں لفظ آیۃ آیا ہے کہ ہم تمکو نشانی قدرت کی بنائیں گے۔ یہاں آیۃ سے کلام الٰہی کسی طرح مراد نہیں اس کے کیا معنے ہوسکتے ہیں کہ تم کو کلام الٰہی بناویں گے بلکہ یقینا یہ معنے ہیں کہ تمہاری ان حالتوں کو جو تمپر گذریں اپنی قدرت کی نشانی بناویں گے اور یہ حالتیں کہ سال بہر تک مردہ رہیں پہر زندہ ہوں اور کہانا ذرا نہ بگڑے اور گدہا سڑ گل کر پہر زندہ ہو سب خرق عادت (معجزہ) ہیں۔

(۲) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے و رسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الی قولہ وجئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ط (ترجمہ) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول ہوں گے بنی اسرائیل کی طرف اور اون سے یوں کہیں گے کہ میں تمہارے پاس معجزے لیکر آیا ہوں کہ میں مٹی کی صورت پرند کی بناتا ہوں اور اوسمیں پہونک مارتا ہوں تو وہ جاندار پرند ہوتا ہے حق تعالیٰ کے حکم سے۔ اور اندہے مادر زاد کو اچھا کرتا ہوں اور کوڑہی کو اچھا کرتا (صرف ہاتھ لگاکر) اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں حق تعالیٰ کے حکم سے۔ اور جو کچھ تم گہر سے کہاکر آؤ اور جو کچھ گہر میں چھوڑ کر آؤ بتاسکتا ہوں۔ یہاں آیت کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جملہ کلام الٰہی ہرگز نہیں ہوسکتا

(۲) یقیناً معجزہ ہی کے معنے میں ہے کیونکہ انی اخلق ترکیب میں بدل ہے آیۃ سے یعنے بیان ہے آیۃ کا اور یہ سب معجزات ہیں۔

(۳) اور قصۂ نزول مائدہ میں ہے۔ تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک۔ یعنے عیسے علیہ السلام نے نزول مائدہ کے لئے دعا مانگتے ہوئے کہا کہ ہمارے اوپر مائدہ آنا ہے کہ وہ ہمارے اولین وآخرین کے لئے خوشی کا باعث اور آپکی طرف سے معجزہ ہوگا۔ یہاں بھی آیۃ بمعنے کلام الٰہی نہیں ہوسکتا جیساکہ ظاہر ہے بلکہ یقیناً بمعنے معجزہ ہے۔

(۴) اور ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملٓئکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض اٰیات ربک یوم یاتی بعض اٰیات ربک لاینفع نفسا ایمانہا۔ ترجمہ کفار نہیں انتظار کرتے ہیں مگر اس کا کہ اون کے پاس فرشتے آویں یا حق تعالے خود آویں یا بعض نشانیاں حق تعالیٰ کی آویں۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں آیات سے مراد آیات قرآنی نہیں ہیں کیونکہ قرآن کی آیتیں تو کفار کے سامنے اترتی ہی تھیں اور یہ آیت خود بعض آیات کا مصداق موجود ہے۔ بلکہ مراد کوئی خارق عادت (معجزہ) ہے جسکی تفسیر حدیث میں دابۃ الارض آئی ہے جو قیامت کے قریب نکلیگا

(۵) اور ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃً۔ حضرت صالح علیہ السلام سے جب کفار نے مطالبہ کیا کہ فأت بایۃ ان کنت من المرسلین۔ یعنی کوئی معجزہ دکھاؤ اگر تم پیغمبر ہو۔ ظاہر ہے کہ اس مطالبہ میں بھی آیۃ کا لفظ ہے اس سے بھی مراد معجزہ ہی ہے کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام آیات کلام الٰہی تو اونکو سناتے ہی تھے اور جواب میں تو آیۃ سے مراد معجزہ ہے ہی کیونکہ ناقۃ اللہ کو آیت فرمایا ہے۔

(۶) اور قصہ فرعون میں ہے قال ان کنت جئت بایۃ فأت بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للنظرین ط۔ یعنے کہا فرعون نے کہ اگر تم کوئی معجزہ لائے ہو تو پیش کرو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالدیا وہ فوراً اژدھا بن گیا

۲۲۳

(۶) اور اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ نہایت درجہ روشن تھا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں لفظ آیت سے مراد کلام الٰہی ہے اگر ایسا ہوتا تو جواب میں حضرت موسے علیہ السّلام کوئی آیت پڑھتے عملی معجزہ کیوں دکھایا معلوم ہوا کہ عملی معجزہ ہی کا مطالبہ تھا اور وہی دکھایا گیا۔ دیگر مقامات پر خود حق تعالیٰ نے معجزات موسوی کی نسبت آیات کا لفظ اطلاق فرمایا ہے۔

(۷) بایاتنا انتما ومن اتبعکما الغالبون۔

(۸) فلما جاءتھم ایاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین۔

(۹) فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع ایات مفصلت۔

(۱۰) ولقد ارسلنا موسی بایاتنا الی فرعون وملاءہ۔

(۱۱) ولقد اتینا موسی تسع ایات بینات ط۔

(۱۲) ولقد ارینٰہ ایاتنا کلھا فکذب وابی۔

(۱۳) ثم ارسلنا موسی بایاتنا الی فرعون وملاءہ

(۱۴) فلما جاءھم موسیٰ بایاتنا بینت۔

(۱۵) فلما جاءھم بایاتنا اذا ھم منھا یضحکون۔

(۱۶) وما نریھم من ایۃ الا ھی اکبر من اختھا ان میں کسی ایک جگہ بھی لفظ آیۃ سے مراد کلام الٰہی نہیں ہو سکتا بلکہ معجزات عملیہ موسویہ مراد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱۷) اور قصہ فرعون میں ساحروں کا قول نقل فرمایا ہے۔ ھل تنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لما جاءتنا۔

ترجمہ۔ جادوگروں نے فرعون کے جواب میں کہا کہ تجھے غصہ اسی بات پر تو آیا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے سامنے آگئیں۔ یہاں آیات سے مراد سوائے معجزات موسوی کے کچھ نہیں ہو سکتا اور کلام الٰہی کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا

۲۲۴

(باقی آئندہ)

جواب دیا کہ نہیں پھر حضرت عمرؓ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو دیکھتے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے تمتما اٹھا حتی کہ حضرت عمر فاروقؓ پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں زانو کے بل کھڑے ہوگئے اور دو مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہی قصوروار ہوں (اور میری ہی طرف سے زیادتی ہوئی ہے) پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم سب لوگوں نے کہا تم جھوٹے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں اور اپنے جان ومال کے ساتھ میری غمخواری اور مدد کی کیا آج تم میرے اس دوست کو چھوڑے دیتے ہو یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا اس کے بعد پھر کسی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ایذا دینے والی بات نہیں کہی۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے مگر اتنا اس میں اور زیادہ ہے کہ میرے دوست کی وجہ سے مجھے اذیت مت پہنچاؤ جس وقت خدائے تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق پر مجھے مبعوث کیا تو تم سب نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اگر اللہ تعالیٰ ان کو میرے صاحب کا خطاب نہ دیتے تو میں ان کو خلیل کہہ کر پکارتا۔ مگر اب اخوتِ اسلام ہے۔

۱۴۷

(۱۰) ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کسی نے عرض کیا کہ یا رسولؐ! سب سے زیادہ آپ کو کس سے محبت ہے آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے پھر عرض کیا گیا کہ مردوں میں فرمایئے (کس سے زیادہ محبت ہے آپؐ نے فرمایا کہ) ان کے والد (ابوبکرؓ) سے۔

(۱۱) امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا کہ جنت میں ایک (قسم) کا پرندہ ہے (قدوقامت میں) مثل اونٹنی کے وہ جنت کے درختوں میں چرا کرتا ہے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! وہ پرندہ نہایت نفیس ہوگا حضرتؐ نے فرمایا اس کے کھانے والے اس سے زیادہ نفیس ہوں گے تین مرتبہ آپ نے اس کو فرمایا

ل اس کا مطلب یا یہ ہے کہ تم سب لوگ تکذیب کرنے کے بعد اسلام لائے اور ابوبکرؓ نے کبھی میری تکذیب نہیں کی (تفسیر نوٹ)

اور فرمایا بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ اے ابوبکر! تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جو اس پرند کا گوشت کھائیں گے

(۱۲) حاکم نے محمد بن منکدر سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ کے پاس قبیلہ عبدالقیس کا وفد آیا ان میں سے بعضوں نے کچھ گفتگو کی اور عمدہ تقریر کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر! جو کچھ انہوں نے کہا تم نے سنا حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ ہاں اے رسول اللہ! میں نے سب سنا سمجھ لیا پھر آپ نے فرمایا تو تم ان کو انکی بات کا جواب دو حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے وفد عبدالقیس کی بات کا جواب دیا اور اچھا جواب دیا (ان کا جواب سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے) پھر فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالی نے تمہیں رضوان اکبر عطا فرمائی کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رضوان اکبر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالی اپنے بندوں کے لئے عام تجلی فرمائیگا اور ابوبکر کے لئے خاص تجلی۔

۱۴۸

(بقیہ نوٹ صفحہ) بلکہ میرے دعوی نبوت کو سنتے ہی مشرف باسلام ہوئے یا یہ کہ ابوبکر ... سابق الاسلام ہیں تم لوگ جس وقت میری تکذیب کر رہے تھے اسوقت وہ مسلمان ہو چکے تھے اور میری تصدیق کرتے تھے ۱۲

ع۵ وفد کے معنے جماعت کے ہیں ۹ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اطراف وجوانب سے وفود آئے ہر ہر قبیلہ نے اپنی اپنی جانب سے کچھ لوگوں کو درگاہ نبوی میں بھیجا تھا کہ وہ اپنے مسلمان ہونے سے حضرت کو آگاہ کریں اور فرائض اسلامی کی تعلیم آپ سے حاصل کریں قبیلۂ عبدالقیس کے وفد میں بقول بعض چودہ اور بقول بعض چوبیس آدمی تھے ان لوگوں نے سب سے پہلے اپنا اشتیاق ظاہر کیا اور اپنا بعید المقام ہونا بیان کر کے بار بار حاضری سے اپنی معذوری عرض کی اور اس بات کی درخواست کی کہ آپ کوئی ایسی جامع اور مختصر تعلیم ہمکو کر دیجئے کہ لوٹ کر آسانی اپنی قوم کو بتا دیں اور اس پر عمل کر کے جنت کے مستحق ہو جائیں چنانچہ حضرت نے انکو ایسی ہی تعلیم فرمائی۔ صحابہ کرام فرماتے تھے کہ قبیلۂ عبدالقیس کا وفد نہایت سمجھ دار تھا اور اس کے سبب سے ہمیں نہایت مفید علوم حاصل ہوئے ۱۲۔

(۱۳) ابن عساکر نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جنت دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو ان میں سے ایک (خصلت) اس کے اندر ڈال دیتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے آپ نے فرمایا کہ تم سب خصلتوں کے جامع ہو نیز ابن عساکر نے اسکو دوسرے طریقہ سے بھی بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے مجھ میں بھی کوئی ہے آپ نے فرمایا تمہیں مبارک ہو تم میں تمام خصلتیں ہیں۔

(۱۴) امام احمد نے بروایت ابو عمران جونی ربیعہ اسلمی سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ (ربیعہ نے بیان کیا کہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت ابو بکر کو بھی ایک زمین (اسی کے قریب) عطا فرمائی (اس کے بعد) دنیا کی کیفیت پیدا ہوئی اور ہم دونوں میں چاہ نخلہ کے متعلق باہم اختلاف ہوا میں نے کہا کہ (وہ کنواں) میری حد میں واقع ہے اور حضرت ابو بکر نے کہا وہ میری حد میں واقع ہے اس پر میرے اور حضرت ابو بکر کے درمیان بحث بڑھ گئی اور حضرت ابو بکر نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی جسے خود انہوں نے بُرا جانا اور نادم ہوئے پھر مجھ سے کہا کہ اے ربیعہ تم بھی مجھے ویسی ہی بات کہہ دو تاکہ بدلا ہو جائے میں نے کہا کہ میں تو نہ کہوں گا پھر حضرت ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ تمہیں ضرور کہنا ہو گا ورنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تم پر اسکی بابت زور دلاؤں گا میں نے کہا کہ میں ہرگز وہ بات نہ کہونگا حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی زمین پر ٹھیرا رہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ ان کے جانے کے بعد میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا پھر مجھے چند اشخاص قبیلہ اسلم کے ملے تو انہوں نے مجھ سے کہا حضرت ابو بکر پر خدا رحم فرمائے (ہم حیران ہیں کہ) وہ کس بناء پر تمہاری شکایت کرنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے ہیں حالانکہ خود انہیں نے تم کو بُرا کہا ہے میں نے ان کو جواب دیا کہ تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے۔ یہ ابو بکر صدیق ہیں یہ ثانی اثنین ہیں

۱۴۹

اور یہ مسلمانوں کے بوڑھے اور بزرگ ہیں تم لوگ مجھ سے الگ رہو (مبادا وہ پیچھے پھر کر اور) ادھر متوجہ ہو کر نظر کریں اور تم کو دیکھیں کہ ان کے مقابلے پر میری مدد کر رہے ہو اور ان کو غصہ آجائے اور (اسی حالت سے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچیں اور آپ (اُن کو غضبناک دیکھ کر) ان کے غصہ کے سبب سے مجھ پر غضبناک ہوں اور ان دونوں کے غضب کے سبب سے اللہ عزوجل غضب فرمائیں اور ربیعہ ہلاک ہوجائے اِن لوگوں نے کہا تو اب تم ہمکو کیا حکم کرتے ہو؟ میں نے کہا تم لوگ واپس جاؤ (اور میں تنہا خدمت نبوی میں جاتا ہوں) حضرت ابوبکرؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے تھے۔ اور میں بھی تنہا ان کے پیچھے پیچھے تنہا یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ خدمت نبوی میں پہونچے (اور میں بھی اِن کے ساتھ تھا) پھر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے سامنے سارا قصہ جو کچھ گذرا تھا بیان کیا پھر آپ نے سر مبارک اوٹھا کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ربیعہ! تمہارے اور صدیقؓ کے درمیان کیا نزاع ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! در اصل معاملہ تو ایسا ہی تھا انہوں نے مجھے ایک ایسا کلمہ کہا کہ جسے خود وہ بُرا سمجھے پھر مجھ سے کہا کہ تم بھی وہی کلمہ میری حق میں کہدو تاکہ بدلا ادا ہوجائے۔ میں نے ازراہ ادب اِس سے انکار کیا (اس پر یہ ناخوش ہوکر آپ کے پاس آئے ہیں یہ سنکر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (تمہارا کہنا درست ہے) تم اِن کو وہ کلمہ نہ کہو مگر ان سے یہ کہدو کہ اے ابوبکرؓ! خدا تم کو بخشدے (موجب ارشاد نبویؐ) میں نے کہا اے ابوبکرؓ! خدا آپ کو بخشدے حسن کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے پھرے اور وہ (فرط مسرت سے) روتے تھے۔

(۱۵) بخاری نے جُبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ سے کچھ کلام کیا آپؐ نے اسکو حکم دیا کہ پھر آنا اس عورت نے کہا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (اس کا اشارہ موت کی طرف تھا) تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو نہ پاؤ تو ابوبکرؓ کے پاس آجانا۔

(۱۶) ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ حضرت عقیلؓ بن ابوطالب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ نزاع ہوگیا چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت

(باقی آئندہ)

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرماکر مسلمانان ہند کیلئے خصوصاً اور دیگر ممالک کے لئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپکے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے از حد مفید ہوگا۔

باین خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ **الابقاء** بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائیٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرماسکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک عہ ہے اور وی۔ پی کی صورت میں ۲ فیس رجسٹری اور ۲ فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ ادا کرنے ہوں گے۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی